انجمن ترقیِ اردو آندھرا پردیش

سالانہ اجتماع

۷،۸ جنوری ۱۹۸۴ء

حیدرآباد

کلیدی نوٹ

ڈاکٹر راج بہادر گوڑ

جنابِ صدر، معزز مہمان، مندوبین حضرات اور دوستو!

اس سال پھر مجھے اس اہم سالانہ اجتماع میں آپ کی خدمت میں کلیدی نوٹ پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے جس کے لیے میں مجلس عاملہ انجمن ترقی اُردو، آندھرا پردیش کا ممنون ہوں۔

خواتین و حضرات! ہم ہر سال ملتے ہیں، اُردو کے بولنے، پڑھنے اور پڑھانے والے، دانشور اور کارکن اور اُردو بولنے والے جن مسائل سے دوچار ہیں ان کا جائزہ لیتے ہیں۔

ہمارے اساتذہ، ہمارے اُردو پڑھنے والے، ہمارے دکلاء سبھی ہر کانفرنس میں وہی باتیں دہراتے ہیں، جو وہ ۲۵ برسوں سے کہتے آرہے ہیں۔ ہماری مشکلات اور مصیبتوں کی سلور جوبلی کیا عنقریب گولڈن جوبلی بھی منائی جائے گی۔

ہمارے وزراء، جو ازراہِ کرم ہمارے جلسوں میں آجاتے ہیں، اُردو زبان کی مٹھاس کے گن گائے جاتے ہیں، قومی تہذیب میں اس کے مقام کو سراہا جاتا ہے اور میں یہاں کچھ دم لے کے کہنا چاہتا ہوں کہ اُردو کے تحفظ اور ترقی کے

وعدے بھی کیے جاتے ہیں لیکن ایسی کوئی بات نہیں کہی جاتی جس کا تعلق عملی اقدام سے ہو۔

اس سال کچھ ہمارے تیور بھی بدلے ہوئے ہیں۔ ہر سال انجمنِ ترقی اردو، آندھرا پردیش کے کارکن جمع ہوتے تھے اور اردو اور انجمن کی باتیں کرتے تھے اس سال کا پس منظر کچھ اور رہے۔

۲ ۸ ۱۹ء کے اکتوبر میں ہم نے اردو کی تقریباً ساری کی ساری انجمنوں کے نمائندوں نے اسی اردو ہال میں ایک جلسہ کیا۔ آندھرا پردیش کے سرکاری زبان کے قانون کو منظور ہوئے ۱۶ سال سے زیادہ ہو گئے۔ ہم نے جائزہ لیا کہ اس قانون میں اردو کے تعلق سے جو کہا گیا ہے، آخر اس کا کیا ہوا، ؟ پھر اس قانون کے بننے کے ۱۱ سال بعد ۱۹۷۷ء میں وہ حکم نامہ جاری ہوا، جس میں سرکاری اغراض کے لیے اردو کے استعمال کے تعلق سے کہا گیا تھا۔ اس حکم نامے کو جاری ہوئے ۵ سال بیت چکے ہیں۔

ہم نے ان سب مسائل کا جائزہ لیا۔ قانون اور حکم نامے دونوں ہی کو دیکھا بھالا، ان پر عمل آوری کے فقدان اور اس کی وجوہات کی چھان بین کی اور ان کی کوتاہیوں کو بھی دیکھا اور ان کو دور کرنے کی تجویزیں سوچیں۔

اب ہم نہ صرف ایسے مطالبات سے مسلح تھے جو آئین اور قانون کے لحاظ سے اور ہماری ضرورتوں کا خیال کرتے ہوئے انتہائی قابلِ عمل ہیں بلکہ سب ہی جمہوری عناصر کے لیے قابلِ فہم ہی نہیں قابلِ تائید و حمایت ہیں اور اردو کے سبھی ادارے ان کے بارے میں ایک رائے ہیں۔

ہم نے ان مطالبات کو اُس وقت کے وزیرِ اعلیٰ وجے بھاسکر ریڈی

کی خدمت میں یاد داشت کی شکل میں پیش کیا اور ملاقات کی خواہش کی لیکن سیاسی حالات نے، میں جان بوجھ کر مصلحت کا لفظ استعمال کرنا نہیں چاہتا' ہمیں ملاقات سے محروم رکھا۔ اس کے بعد آندھرا پردیش نے ایک سیاسی کروٹ لی اور ہم نے پھر جلسہ کیا۔ اس نئی پارٹی کے اعلانات دیکھے۔ ہمیں لگا کہ اس پارٹی کے منشور میں جہاں آندھرا پردیش کے ایک تلگو ریاست کے ہونے کے ناطے تلگو پر فطری طور پر زور دیا گیا ہے اور تلگو تہذیبی قدروں کو اجاگر کرنے کی بات کی ہے، وہیں اقلیتوں کے ساتھ اور خاص طور پر اردو کی ضرورتوں کا خیال رکھنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ ویسے مرارجی دیسائی جیسے جید لیکن صاف گو سیاست داں نے کہا ہے کہ منشور میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ عمل کرنے کے لیے نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم اس سمت میں جانا چاہتے ہیں۔

اسی لیے ہم منشور پر کم اور رائے عامہ اور خود اپنے اتحاد و عمل پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔

ہم نے نئے وزیر اعلیٰ کی خدمت میں یادداشت بھیجی اور ملاقات کا شرف بخشنے کی درخواست کی۔ چنانچہ ہمیں ملنے کا موقعہ دیا گیا۔ کافی دیر تک انتظار کے بعد، ملاقات تو ہوئی، لیکن :

یہ اور بات ہے کہ تعارف نہ ہو سکا

ہم سے کہا گیا کہ جہاں بھی مسلمان قابلِ لحاظ تعداد میں ہوں اُن جگہوں پر اردو دوسری زبان ہوگی اور حکومت کو معلوم ہے کہ ایسے مقامات کون سے ہیں۔ پھر ہم نے ادباً گذارش کی "قابلِ لحاظ تعداد" کیا ہے۔؟ اور وہ سرکاری اغراض کیا ہیں، جن کے لئے اردو کا استعمال ہوگا۔؟ پھر اور بھی تفصیلات میں

جن پر غور کرنا ہے۔ اس لیے ہم نے درخواست کی کہ ہماری یادداشت پر محکمہ جاتی سطح پر اچھی طرح غور کرلیا جائے اور پھر وزیر اعلیٰ پوری تیاری کے ساتھ ہم سے ملیں تاکہ تشفی بخش فیصلے کیے جا سکیں۔

آج ہمارے سامنے یہی سوال ہے، تشفی بخش باتیں ہوں، قانون اور حکم نامے کے سقم دور کیے جائیں اور عمل کے لیے معقول مشینری قایم کی جائے۔

سرکاری زبان کا قانون ۱۹۶۶ء میں جب پیش ہوا تو اس میں اردو کا کوئی ذکر نہ تھا کہ اردو غائب تھا کتوبر کا

پھر ہم نے ایجی ٹیشن کیا۔ تب اس میں دفعہ (۷) شامل کی گئی، جس کی رو سے حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وقتاً فوقتاً سرکاری جریدے میں ایسے احکامات شائع کرے کہ کہاں اور کن سرکاری اغراض کے لیے اور کتنی مدت تک اردو کا استعمال بھی ہوگا۔ اس دفعہ کی کمزوریاں بہت ہیں۔ اول تو مدت کا تعین کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ کیا حکومت کا یہ خیال ہے کہ کچھ مدت کے بعد اردو بولنے والے نہیں رہیں گے اور اس کا استعمال بند ہو جائے گا۔ پھر حکومت نے اس دفعہ (۷) کے ذریعہ اردو کے استعمال کے تعلق سے ذیلی قانون (حکم نامے) جاری کرنے کا اختیار تو لے لیا ہے لیکن یہ کہیں نہیں بتایا گیا کہ اردو کے استعمال کے اغراض کا تعین کن بنیادوں پر کیا جائے گا۔ کسی علاقے میں اردو کے سرکاری استعمال کے لیے اردو والوں کی کم سے کم آبادی کتنی ہو؟ وہ اقل ترین اغراض کیا ہوں گے؟ جن کے لیے اردو استعمال ہوگی؟ جس علاقے میں اردو آبادی کا تناسب زیادہ ہوگا، کیا وہاں اردو کے استعمال کے مقاصد بھی زیادہ نہ ہوں گے؟ ان میں سے کسی بات کا ذکر دفعہ (۷) میں نہیں ہے۔

اس دفعہ کے تحت جو حکم نامہ جاری ہوگا، اس کے بارے میں یہ کیسے اور کن بنیادوں پر جانچا جائے گا کہ آیا حکم نامہ قانون بنانے والوں کی منشاء کو پورا بھی کرتا ہے کہ نہیں۔؟

پھر دفعہ (۷) تو شامل کر دی گئی، لیکن اس کی وجہ سے دوسری دفعات میں جو ترمیم کی جانی چاہیے تھی، وہ نہیں ہوئی۔ مثلاً قانون کی منشا یہ ہے کہ تلگو کو سرکاری زبان بنانے کے ساتھ اقلیتوں کی زبانوں کو بھی نظم ونسق میں جگہ دی جائے، اس کا ذکر نہیں ہے۔

نظم ونسق میں تلگو کو بتدریج بڑھانے کا تو ذکر ہے اور اس کی نگرانی کے لیے سرکاری زبان کمیشن کے قیام کے لئے بھی دفعہ موجود ہے، لیکن اس کمیشن کے دائرۂ اختیار میں یہ بھی تو ہو کہ اُردو کے سرکاری استعمال کو فروغ دینے کے کام کی بھی نگرانی کرے۔ اس کا بھی ذکر نہیں ہے۔ اس قانون کی دفعہ (۷) کے تحت جو حکم نامہ، جولائی ۱۹۷۷ء میں جاری کیا گیا ہے اس پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے۔

اس حکم نامے میں اُردو کے سرکاری استعمال کے لیے ۱۵ فیصد آبادی کا تعین کیا گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں، اور ایک منزل پر وزیر تعلیم و سرکاری قانون نے ۱۹۷۴ء میں مان بھی لیا تھا کہ یہ فیصد ۱۰ ہو گا۔

پھر وہ اغراض بھی، جن کے لیے اُردو کا استعمال ہو گا، بہت کم ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ جہاں ۱۰ فی صد اردو بولنے والے ہوں، عدالتوں میں اُردو بولنے والے گواہوں کی شہادت اُردو میں قلمبند ہو۔ فیصلے کی نقل کا بھی مانگنے پر اُردو ترجمہ فراہم کیا جائے۔ بلدی ٹیکسوں کے بل، آبرسانی کے بل، راشن کارڈ، بجلی کے بل تلگو اور اُردو دونوں ہی زبانوں میں مہیا کئے جائیں۔ ووٹروں کی فہرستیں اردو میں بھی

فراہم کی جائیں۔ سرکاری اعلان، ٹنڈر نوٹس اُردو میں بھی ہوں۔ ایسے علاقوں میں حکومتِ مقامی کی کارروائیوں میں جہاں تقریروں کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے وہاں اُردو تقریریں اُردو ہی میں نوٹ کی جائیں۔ دفتروں کے بورڈ، سڑکوں کے نام سائین بورڈ وغیرہ تلگو کے ساتھ اُردو میں بھی ہوں، وغیرہ۔

اس حکم نامے کی رو سے جہاں تحت کی عدالتوں میں اُردو کے استعمال کی اجازت ہے، وہ تلنگانہ کے سارے اضلاع کے علاوہ رائل سیما کے اضلاع اننت پور، کڑپہ، اور کرنول ہیں لیکن جہاں سرکاری ملازمتوں میں بھی بھرتی کے لیے اُردو کو علاقائی زبان مانا گیا ہے، وہ علاقہ تلنگانہ کے اضلاع کے علاوہ گنٹور، کرنول اور کڑپہ ہیں۔ تحت کی عدالتوں میں اُردو کے استعمال کے لیے گنٹور کو نظر انداز کر دیا گیا ہے تو ملازمتوں میں بھرتی کے لیے علاقائی زبان کی حیثیت سے اُردو کو اننت پور سے بے دخل کر دیا گیا ہے۔ یہ بات ناقابلِ فہم ہی نہیں، دفترشاہی کا معجزہ ہی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن باوجود توجہ دہانی کے اس کوتاہی کو دور نہیں کیا گیا۔

پھر اس حکم نامے میں اُردو میں تعلیم کی سہولت کے لیے کم سے کم طلباء کی شرط لگائی گئی ہے۔

یہاں ہمارا اعتراض یہ ہے کہ جب ۱۹۵۶ء میں لسانی ریاستوں کی تشکیل کے موقع پر آئین میں ترمیم کی گئی تو اس میں آرٹیکل (۳۵۰ الف) شامل کی گئی جس کی رو سے ریاستوں اور حکومتِ مقامی کے اداروں پر یہ لزوم عائد کیا گیا ہے کہ ابتدائی جماعتوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کی مادری زبان میں تعلیم کی سہولتیں مہیا کریں۔ آئین میں اس ترمیم کے بعد تحتانی جماعتوں میں طلباء کی کم سے کم تعداد کی شرائط آئین کی منشاء کی خلاف ورزی ہے۔

ویسے ہم چاہتے ہیں اور یہ بات وزیر تعلیم نے ۱۹۷۴ء میں مان بھی لی تھی کہ جہاں اُردو بولنے والوں کی تعداد ۱۰ فی صد ہو، وہاں تعلیمی اداروں میں اردو زبان میں تعلیم کی متوازی جماعتیں قائم کی جائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان میں سے چند درس گاہوں میں ایسے اساتذہ کا تقرر کیا جائے جو اُردو اور تلگو دونوں ہی زبانوں میں پڑھا سکتے ہیں۔

ہم یہ نہیں چاہتے کہ اُردو اور تلگو ذریعۂ تعلیم کے الگ الگ مدرسے ہوں۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ جہاں تک ہوسکے ایک ہی چھت کے نیچے دونوں جماعتیں چلیں اور بعض جماعتوں میں تو دونوں ہی ذریعۂ تعلیم کے لڑکے لڑکیاں اکٹھے ہوسکیں۔ اس سے قومی یک جہتی کو فروغ دینے اور بچوں میں ابتدائی مدارج ہی سے اتحاد اور یگانگت کا جذبہ پیدا کرنے میں مدد ملے گی۔

آندھرا پردیش میں ۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے اعداد و شمار کے لحاظ سے ۸ فیصد اُردو بولنے والے بستے ہیں۔ ضلع واری اعداد پر نظر کی جائے تو ضلع رنگا ریڈی میں اُردو آبادی (۲۶) فیصد ہے کرنول میں (۱۵) فیصد، کڑپہ میں (۱۳) فی صد نظام آباد میں (۱۱) فیصد، میدک میں (۱۱) فی صد، اور اننت پور میں ۱۰ فی صد سے زاید ہے گنٹور میں ۹ فیصد سے زاید اُردو والے ہیں تو عادل آباد اور نیلور میں ۸ فی صد سے زاید ہیں۔

شہروں اور قصبوں کو دیکھا جائے تو اس حقیقت کا انکشاف ہوگا کہ گدالور کی اُردو آبادی (۹۸) فی صد ہے، ضلع اننت پور کے قصبۂ کدری میں ۴۵ فی صد اُردو بولنے والے بستے ہیں۔ ضلع کڑپہ کے قصبۂ رائچوٹی میں (۴۹) فیصد سے زاید اُردو بولنے والے ہیں۔ کرنول کے شہر آتما کور میں (۵۲) فیصد اُردو آبادی ہے تو خود کڑپہ

ہیں (۴۱) فی صد۔

نظام آباد کے شہر بودھن میں (۴۳) فی صد اُردو بولنے والے ہیں تو بھینسہ میں ۴۵ فی صد اُردو بولنے والے رہتے ہیں.

ریاست بھر میں ایسے شہر اور قصبے جہاں اُردو بولنے والے (۲۰) فیصد سے زاید اور (۴۰) فی صد سے کم ہیں، کوئی (۵۰) ہیں"، (۱۰) فیصد، (۲۰) فیصد کے درمیان اُردو آبادی والے قصبے (۵۵) ہیں ایسے تعلقے جہاں اُردو بولنے والوں کی تعداد ۱۰ فیصد سے زاید لیکن ۲۰ فی صد سے کم ہے، ۲۴ ہیں.

بودھن، نندیال، کرنول، کڑپہ چار ایسے تعلقے ہیں، جہاں اُردو آبادی ۲۰ فیصد سے زاید ہے۔

ضلع کریم نگر میں حضور آباد ایسا تعلقہ ہے، جہاں اُردو بولنے والوں کی تعداد ۸۷ فی صد تک ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا ایسے مقامات پر اُردو کا استعمال زیادہ سرکاری اغراض کے لئے نہیں ہوگا۔؟ آبادی کے تناسب کے لحاظ سے اُردو کے استعمال کے لیئے سرکاری اغراض کا تعین ہونا چاہیے۔

یہاں ہم یہ واضح کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ زبان کے سرکاری استعمال سے ہماری کیا مُراد ہے۔ زبان کا سرکاری استعمال کئی سطحوں پر ہوتا ہے۔ ریاستی اور مرکزی سرکار کے درمیان خط و کتابت میں، مختلف ریاستوں کے مابین سرکاری مراسلت میں، ریاست کے محکموں کے درمیان مراسلت میں، منسٹروں اور عہدہ داروں کے درمیان فائل میں۔

ہمارا مطالبہ زبان کے اس سرکاری استعمال سے متعلق ہے، جہاں سرکار اور عوام

کے درمیان ترسیل کا تعلق ہے۔ نظم و نسق، عوام تک اپنی بات کس زبان میں پہنچائے اور عوام نظم و نسق سے کس زبان میں بات کریں، مراسلت کریں۔

یہی اُردو کے سرکاری استعمال کا جواز ہے۔

تلگو دیشم سرکار نے جہاں تلگو کے سرکاری سطح پر استعمال کے لیے کچھ اقدام کئے ہیں، وہ اپنی جگہ اہم بھی ہیں اور ناگزیر بھی، لیکن اُردو والے یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ سرکار نے اُردو کے استعمال کے تعلق سے کچھ کیوں نہیں کیا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اگر یہ محض سہو ہے تو اس کا مداوا ہونا چاہیے تھا اور اگر یہ جانی بوجھی امتیاز برتنے کی پالیسی ہے تو اس کے خلاف احتجاج لازمی ہو جاتا ہے۔

بار بار سرکاری اعلان ہوئے ہیں کہ تلگو ذریعہ تعلیم سے امتحان کامیاب کرنے والے طلبہ کو بھرتی میں ترجیح دی جائے گی۔ امتحان میں ترجیحی نشانات اُن امیدواروں کے خلاف جائیں گے جنھوں نے اپنی مادری زبان اُردو میں تعلیم حاصل کی ہے۔ ہم نے بارہا اس طرف توجہ دلائی ہے اور تلگو دیشم سرکار سے اس مسئلہ پر وضاحت چاہتے ہیں۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ بھرتی کی پالیسی یہ ہو کہ مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے والوں کو ترجیح دی جائے۔ آندھرا پردیش کے سرکاری زبان کے قانون میں تلگو کے ساتھ اقلیتی زبانوں اور خاص طور پر اُردو کو بھی مقام حاصل ہے اور اس قانون کے تحت جو حکم نامہ جولائی ۱۹۷۷ء میں جاری کیا گیا ہے، اس میں سرکاری ملازمتوں میں بھرتی کے لیے اُردو کو علاقائی زبان اور دوسری زبان کا درجہ حاصل ہے۔ ایسی صورت میں بھرتی کے لیے ترجیح کے اعلان میں اُردو کے اس موقف کا عکس ملنا چاہیے۔ ورنہ ترجیح، ترجیح نہیں اقلیتوں کے خلاف امتیاز سمجھی جائے گی۔

ہمارے سامنے ایسے اور مسائل بھی ہیں، جن پر اس اجتماع کو غور کرنا ہے
اُردو ذریعہ تعلیم کی جماعتوں کے قیام کے لیے علاحدہ عطیات کی طلبی، اُردو ذریعہ تعلیم کی جماعتوں کے قیام کے بعد بالاتر جماعتوں کے قیام میں تاخیر اور اس کی وجہ سے طالب علموں کو درپیش دشواریاں، اُردو میں تعلیم دینے والے اساتذہ کی کمی، ٹریننگ کالجوں میں اُردو ذریعۂ تعلیم کے اساتذہ کے کوٹے کے تعین کی ضرورت درسی کتابوں کی کمی، اور پھر یہ سوال کہ بھرتی میں روسٹر سسٹم کی وجہ سے شیڈولڈ کاسٹ اور قبائل سے متعلق اُردو میں تعلیم دینے والے اساتذہ کی عدم دستیابی کی وجہ سے جگہیں خالی رکھی جاتی ہیں۔ حالانکہ اُردو میں تعلیم دینے کی صلاحیت رکھنے والے دوسرے امیدوار موجود ہوتے ہیں۔

تعلیمی ادارے ہر سال اپنے لئے تلگو، ہندی یا اور مضامین کے اساتذہ کے تقررات کے لئے باقاعدہ اشتہار دیتے ہیں اور درخواستیں طلب کرتے ہیں۔ ایسے اعلانات میں اُردو میں تعلیم دینے والے اساتذہ کا ذکر نہیں کیا جاتا۔

ان مسائل پر اجتماع میں علاحدہ غور کیا جائے گا اور ضروری قدم اُٹھائے جائیں گے۔

ان سب مسائل کے حل کے لیے، حکومت کی طرف سے مستقل مشینری کی تشکیل ضروری ہے۔ ہم دادرسی کے لیئے کہاں جائیں؟ کوئی تو مقتدر عہدہ دار ہو، جس سے رجوع ہوں اور درپیش مسائل کو حل کرائیں۔

اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ

۱- سرکاری زبان کے کمیشن کے دائرہ عمل کو وسیع کیا جائے۔ اُردو کے سرکاری استعمال کی نگرانی بھی اس کے ذمے ہو۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے اُردو نمائندوں کو اس

میں شامل کیا جائے۔

۲۔ جنرل اڈمنسٹریشن ڈپارٹمنٹ میں ایک جائنٹ سکریٹری کے ذمے یہ کام ہو کہ وہ اِن مسائل کی یکسوئی کے لیے ضروری کاروائی کرے۔

۳۔ اضلاع میں کلکٹروں کو مجاز گردانا جائے کہ وہ اِن شکایتوں کا ازالہ کریں۔

حضرات!

مَیں نے آپ کی کافی سمع خراشی کی۔ آخر میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ اُردو کا سوال ایک جمہوری سوال ہے۔ اُردو بولنے والوں کے مذہب، سیاسی رُجحان یا عقاید سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ ایک تہذیبی، عوامی اور جمہوری سوال ہے اور ہم اسی زاویئے سے اسے دیکھتے ہیں۔ اسی انداز سے اس کا حل چاہتے ہیں اور اسی لیئے سبھی نیک نیت لوگوں، اور جمہوریت پسندوں کی حمایت کے طلب گار ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ یہ تائید ہمیں ہمیشہ حاصل رہی ہے۔ اور یہی ہماری طاقت ہے۔

یہی طاقت، اور خود ہمارے وسیع اتحاد اور اتحاد رائے وعمل پر ہمارا بھروسہ اس اجتماع کے مباحث کی رہنمائی کرے گا۔

اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدرآباد